امت کے وفود آقا کے حضورؐ میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مؤرخین اور مصنفین کو خدا معاف کرے مقدس سے مقدس مقامات اور افضل سے افضل اوقات میں بھی یہ تاریخی ذوق اور طرزِ فکر ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وہ چند لمحات کے لیے بھی اس سے آزاد نہیں ہوتے ہیں۔ اپنے علم و مطالعہ کی فضا میں سانس لیتے ہیں اور حال کا رشتہ ہمیشہ ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں، مناظر کو دیکھ کر ان کا ذہن بہت جلد اس تاریخی منظر کی تلاش میں نکل جاتا ہے جس کے نتیجہ میں ان مناظر کا وجود اور نمود ہے۔

میں کل مسجد نبوی میں روضہ جنت میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے چاروں طرف نمازیوں اور عبادت گزاروں کا کثیر مجمع تھا، ان میں کچھ لوگ سجدے میں تھے اور کچھ رکوع میں۔

تلاوت قرآن کی آواز فضا میں اس طرح گونج رہی تھی جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے چھتہ میں بھنبھنا رہی ہوں۔ اس وقت کا سماں کچھ ایسا تھا کہ مجھے تاریخ اور تاریخی شخصیات کو تھوڑی دیر کے لیے فراموش کر دینا چاہیے تھا لیکن تاریخ کی قدیم یادیں بادلوں کی طرح میرے دل و دماغ پر چھا گئیں اور میرا ان پر کوئی زور نہ چل سکا۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس کی بعض نامور شخصیتوں اور رہنماؤں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے اور وہ وجود کی شکل میں یکے بعد دیگرے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو رہے ہیں اور اسی عظیم مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد اسی عظیم نبیؐ کو ہدیہ سلام اور خراجِ عقیدت و محبت پیش کر رہے ہیں اور اس کے احسان کا اعتراف کر رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ مختلف زمانوں، مقامات اور طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں سب یک زبان ہو کر اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ ہی وہ نبیؐ ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے ان کو ظلمت سے روشنی کی طرف، تیرہ بختی سے خوش بختی کی طرف، مخلوق کی عبادت سے خدائے واحد کی عبادت کی طرف اور مذاہب کے ظلم و استبداد سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف

اور دنیا کی تنگی سے اس کی کشادگی کی طرف منتقل کیا۔ وہ اعتراف کر رہے ہیں کہ وہ اسلام ہی کی پیداوار ہیں اور ان کا سارا وجود اور زندگی نبوت کی مرہونِ منت ہے، اگر خدانخواستہ ان سے وہ سب واپس لے لیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نبیؐ کے ذریعہ عطا کیا تھا اور نبوت کے وہ عطیے ان سے چھین لیے جائیں جنہوں نے دنیا میں ان کو عزت و سرفرازی بخشی تھی تو ان کی حیثیت ایک بے روح اور بے جان ڈھانچے اور چند مبہم اور بے مقصد خطوط و اشکال سے زیادہ نہ رہ جائے گی اور وہ تاریخ کے اس تاریک ترین عہد کی طرف واپس چلے جائیں گے جہاں جنگل کے قانون اور ظلم و استبداد کا دور دورہ تھا اور موجودہ تہذیب و تمدن کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

اچانک میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ میں نے دیکھا کہ باب جبریلؑ سے (جو مجھ سے زیادہ قریب تھا) ایک جماعت داخل ہو رہی ہے، سکون و وقار میں ڈوبے ہوئے لوگ ان کی پیشانی سے علم کا نور اور ذہانت کا وفور صاف عیاں تھا، وہ باب الرحمۃ اور باب جبریل کے درمیانی حصہ میں پھیل گئے، وہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ ان کے شمار کا کوئی سوال نہیں تھا۔ میں نے دربان سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ اس امت کے امام اور رہنما و انسانیت کے محسن اور نوعِ انسانی کے ممتاز اور قابل فخر نمونے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پوری پوری قوم کا امام، پورے کتب خانہ اور مکتب فکر کا بانی اور موسس پوری نسل کا مربی اور مستقل علوم و فنون کا موجد ہے۔ ان کے لازوال آثار اور لافانی شاہکار اور نمونے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے علم و اجتہاد اور تحقیق کی روشنی میں کئی نسلوں نے سفرِ زندگی طے کیا ہے۔ اس نے عجلت کے ساتھ ان چند ہستیوں کے نام بھی مجھے بتا دیئے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، لیث بن سعد مصری، امام اوزاعی، امام بخاری، امام مسلم، تقی الدین ابن تیمیہ، ابن قدامہ، ابواسحاق الشاطبی، کمال ابن ہمام، شاہ ولی اللہ دہلوی، اگرچہ ان شخصیتوں میں اپنے زمانہ اور اپنے ملک و وطن اور اپنی علمی و دینی حیثیتوں اور مراتب کا بڑا فرق تھا لیکن ان سب نے اس موقع پر بارگاہِ نبوی میں خراج عقیدت پیش کیا اور اشکِ ندامت نذر کیے۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے انہوں نے تحیۃ المسجد کا دوگانہ بہت خشوع و خضوع اور

حضوری قلب کے ساتھ ادا کیا، پھر بہت ادب اور تواضع کے ساتھ مرقدِ مبارک کی طرف بڑھے اور بہت جچے تلے، مختصر، معانی سے لبریز، گہرے اور پرمغز کلمات کے ساتھ سلام پیش کیا، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز میں رقت، وہ کہہ رہے تھے:

''یارسول اللہ! اگر آپ کی لازوال، وسیع اور جامع، عادلانہ اور کشادہ شریعت نہ ہوتی اور ان کے وہ اصول نہ ہوتے جن سے انسانی ذہن اور انسانی صلاحیت نے نئے نئے گل بوٹے پیدا کیے اور دنیا کا دامن بیش قیمت اور عطر بیز پھولوں سے بھر دیا اور اس کا وہ حکیمانہ اور معجزانہ نظام نہ ہوتا جس نے انسانی فکر و تدبر اور اخذ و استنباط کی صلاحیت کو پیدا کر دیا اور اگر وہ انسانیت کی ایک اہم ضرورت نہ ہوتی تو اس عظیم فقہ کا کوئی وجود ہوتا نہ یہ عظیم اسلامی قانون وجود میں آتا جس سے اس وقت تک ہر قوم کا دامن خالی ہے، نہ اتنا بڑا اسلامی کتب خانہ پیدا ہوا ہوتا جس کے سامنے دنیا کا سارا مذہبی لٹریچر ہیچ ہے۔ اگر علم کی اشاعت اور خدا کی نشانیوں اور اس کی قدرتِ کاملہ میں غور و فکر اور عقل سے کام لینے کی آپ نے ایسی پرزور دعوت نہ دی ہوتی تو یہ شجرِ علم زیادہ دنوں تک برگ و بار نہ لا سکتا اور نہ اس کا سایہ تمام دنیا پر ایسا محیط ہوتا جیسا کہ آج نظر آ رہا ہے۔ عقلِ انسانی پہلے کی طرح پابہ زنجیر ہوتی اور دنیا روشنی سے محروم''

میں اس جماعت کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ میری نظر ایک دوسرے گروہ پر پڑی جو باب الرحمۃ سے ہو کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا، صلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار ان کے چہروں سے صاف ظاہر تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ اس جماعت میں حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، فضیل بن عیاض، داؤد الطائی، ابن السماک، شیخ عبدالقادر جیلانی، نظام الدین اولیا اور عبدالوہاب المتقی جیسے حضرات بھی رونق بخش ہیں جنہوں نے اپنے قابلِ رشک پیشروؤں کی یاد تازہ کر دی۔ نماز کے بعد یہ لوگ بھی قبرِ مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے نبی و پیشوا اور سب سے بڑے معلم اور رہنما کو درود و سلام کا تحفہ پیش کرنے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے:

''یارسول اللہ! اگر ہمارے سامنے وہ عملی مثال نہ ہوتی جو آپ نے پیش فرمائی تھی اور وہ مینارۂ نور نہ ہوتا جس کو آپ نے بعد کے آنے والوں کے لیے قائم فرمایا تھا، اگر آپ کا یہ قول نہ ہوتا کہ ''اے اللہ! زندگی تو اخرت کی زندگی ہے''۔ اگر آپ کی یہ وصیت نہ ہوتی کہ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جس طرح کوئی مسافر یا راہی زندگی گزارتا ہے۔ اگر زندگی کا وہ طرز نہ ہوتا جس کا ذکر حضرت عائشہ نے اس طرح کیا ہے کہ ''ایک چاند کے بعد دوسرا چاند اور دوسرے چاند کے بعد تیسرا چاند نکل آتا تھا اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی، نہ چولھے پر دیگچی چڑھانے کی نوبت آتی تھی'' تو ہم دنیا پر اس طرح آخرت کو ترجیح نہ دے سکتے اور نہ ہم محض گذارہ پر بسر کر سکتے اور نہ قناعت کو اپنی زندگی کا شعار بنا سکتے، نہ ہم نفس کی ترغیبات پر قابو پا سکتے اور نہ دنیا کے حسن و جمال اور اس کی رعنائی و زیبائی اور عہدہ و منصب کی طاقت اور کشش کا اس طرح مقابلہ کر سکتے''۔

ان کے حکیمانہ الفاظ ابھی پوری طرح میرے دل و دماغ میں پیوست بھی نہ ہوئے تھے کہ میری نظر ایک اور گروہ پر پڑی جو ''باب النساء'' سے بہت لحاظ اور ادب کے ساتھ گزر رہا تھا، ظاہری آرائش اور آزادروی کے ان مناظر سے جو اسلامی اصول و آداب کے منافی ہیں، یہ گروہ بالکل محفوظ اور خالی تھا۔ یہ مختلف قوموں اور دور دراز ملکوں کی صالح عبادت گزار اور عفیف خواتین تھیں جو عرب و عجم اور مشرق و مغرب کے مختلف خطوں سے تعلق رکھتی تھیں، بہت دبی زبان میں اور پورا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے وہ اپنے جذباتِ تشکر و عقیدت کا اظہار اس طرح کر رہی تھیں:

''ہم آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں یارسول اللہ! ایسے طبقہ کا درود و سلام جس پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے، آپ نے ہم کو خدا کی مدد سے جاہلیت کی بیڑیوں اور بندشوں، جاہلی عادات و روایات سوسائٹی کے ظلم اور مردوں کی زور دستی اور زیادتی سے نجات بخشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے رواج کو ختم کیا، ماؤں کی نافرمانی پر وعید سنائی، آپ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، آپ نے وراثت میں ہم کو شریک اور اس میں ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ہم کو حصہ دلایا۔

یوم عرفہ کے مشہور تاریخی خطبہ میں بھی آپ نے ہمیں فراموش نہیں کیا اور کہا کہ: عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کے نام کے واسطہ سے حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپؐ نے مردوں اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک، ادائے حقوق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے طبقہ کی طرف سے وہ بہتر سے بہتر جزا دے جو انبیاء و مرسلین اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو دی جاسکتی ہے"۔

یہ نرم آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں کہ ایک اور جماعت نظر آئی جو "باب السلام" کی طرف سے آرہی تھی، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ علوم وفنون کے موجد اور مرتب، ائمہ نحو ولغت و بلاغت کی جماعت تھی اس میں ابو السود الدئلی، خلیل بن احمد، سیبویہ، کسائی، ابوعلی الفارسی، عبد القاہر الجرجانی، السکاکی، مجد الدین فیروز آبادی اور سید مرتضیٰ الزبیدی بھی تھے جو اپنے علوم کا سلام پیش کررہے تھے اور اپنی شہرت اور مرتبہ علمی کا خراج ادا کرنے آئے تھے، میں نے دیکھا وہ بہت بلیغ اور ادبی الفاظ میں اس طرح گویا ہیں:

"یارسول اللہ! اگر آپؐ نہ ہوتے اور یہ مقدس کتاب نہ ہوتی جو آپؐ پر نازل ہوئی، اگر آپ کی احادیث نہ ہوتیں اور یہ شریعت جس کے سامنے ساری دنیا نے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور وہ اس کی وجہ سے عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے پر مجبور تھی تو پھر علوم بھی نہ ہوتے جن میں آج ہم کو امامت وقیادت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ نحو، بیان اور بلاغت ان میں سے کسی چیز کا وجود نہ ہوتا۔ نہ یہ بڑی بڑی معاجم اور لغات نظر آتیں، نہ عربی زبان کے مفردات میں یہ نکتہ آفرینیاں اور دقیقہ سنجیاں ہوتیں، نہ ہم اس راستہ میں اتنی زبردست اور طویل جدوجہد کے لیے تیار ہوتے (جس کے یہاں زبانوں اور بولیوں کی کوئی کمی نہ تھی) عربی سیکھنے اور اس پر عبور حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہوتی اور نہ ان میں وہ مصنفین اور اہلِ قلم پیدا ہوتے جن کی ادبیت و زبان دانی کا اہلِ زبان نے بھی لوہا مان لیا، یا رسول اللہ! آپ ہی ہمارے درمیان اور اسلام میں پیدا ہونے والے ان علوم کے درمیان واسطہ اور رابطہ تھے جو آپ کی بعثت کے بعد وجود میں آئے، درحقیقت

صرف آپ ہی عرب وعجم میں رابطہ کا ذریعہ ہیں، آپ ہی کی ذات ہے جس نے اس درمیانی خلا کو پُر کیا اور عرب وعجم اور مشرق ومغرب کو گلے ملا دیا اور شیر وشکر بنا دیا آپ کا کتنا احسان ہے، ہماری اس ذہانت، طباعی اور تبحر علمی پر اور آپ کا کتنا کرم ہے علم کی اس دولت پر، انسانی عقل کی زرخیزی پر، اور قلم کی گلکاری پر! یارسول اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو یہ عربی زبان بہت سی اور زبانوں کی طرح صفحہ ہستی سے ناپید ہو جاتی،، اگر قرآن مجید کا غیر فانی صحیفہ اس کا پاسبان نہ ہوتا تو اس میں اتنا تغیر وتبدل ہو جاتا کہ اس کی صورت ہی مسخ ہو جاتی اور وہ ایک نئی زبان بن جاتی جیسا کہ بکثرت دوسری زبانوں کے ساتھ ہوا ہے۔ عجمی الفاظ اور مقامی زبانیں اس کو جذب کر لیتیں یا نگل لیتیں اور اس کی صحت واصلیت یکسر ختم ہو جاتی، یہ آپ کے وجود مبارک، شریعت اسلامی، اور اس کتاب مقدس کا فیض ہے جس نے اس زبان کو فنا کی دستبرد سے محفوظ رکھا ہے اور عالم اسلام کے لیے اس کی عزت ومحبت واجب کر دی ہے اور ہر مسلمان کے دل کو اس کا اسیر محبت بنا دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو دوام بخشا اور اس کی بقاء وترقی کی ضمانت دی، اس لیے ہر اس شخص پر جو اس زبان میں بات کرتا ہے یا لکھتا ہے یا اس کی وجہ سے کوئی بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے یا اس کی دعوت دیتا ہے آپ کا احسان ہے اور وہ اس احسان کا کبھی منکر یا اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا''

میں ان کے اس تشکر واعتراف اور اظہار حقیقت کو غور سے سن رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ''بابِ عبد العزیز'' پر جا کر ٹھہر گئی۔ اس دروازے سے ایک ایسا گروہ داخل ہو رہا تھا جس پر مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے رنگ نمایاں تھے، اس میں دنیا کے بڑے بڑے سلاطین اور تاریخ کے ممتاز ترین بادشاہ اور فرمانروا شامل تھے، ہارون رشید، ولید بن عبد الملک، ملک شاہ سلجوقی، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، ظاہر بیبرس، سلیمان اعظم، اورنگ زیب عالمگیر بھی اس گروہ میں شامل تھے۔ انہوں اردلیوں اور چوبداروں کو دروازہ کے باہر ہی چھوڑ دیا تھا اور نظریں جھکائے ہوئے، تواضع وانکسار کا مجسمہ بنے ہوئے، بہت آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ میری نظر کے سامنے ان سب کی

شخصیتیں اور کارنامے ابھرنے لگے، میری آنکھوں میں اس طویل وعریض دنیا کا نقشہ پھر گیا جس پر ان کا سکہ چلتا، ان کا ڈنکا بجتا تھا، ان کی بادشاہی اور فرمانروائی کی تصویر یکا یک میرے سامنے آ گئی جوان کو دنیا کی بڑی بڑی قوموں، طاقتور سلطنتوں اور جابر بادشاہوں پر حاصل تھی، ان میں وہ ہستی بھی تھی جس نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھ کر یہ تاریخی جملہ کہا تھا: ''تو جہاں چاہے جا کے برس، تیرا خراج آخر کار میرے ہی خزانے میں آئیگا''۔ وہ شخص بھی تھا جس کی سلطنت کی وسعت کا عالم یہ تھا کہ اگر سب سے تیز رفتار سانڈنی سوار سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا چاہتا تو یہ پندرہ ماہ سے کم میں ناممکن تھا، ان میں وہ فرمانروا بھی تھے جو نصف کرۂ ارضی پر حکومت کرتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کو خراج پیش کرنے پر مجبور تھے۔ ایسے فرمانروا بھی تھے جن کی ہیبت سے سارا یورپ لرزہ براندام تھا اور جن کے زمانہ میں مسلمانوں کو عزت کا یہ مقام حاصل تھا کہ جب وہ یورپ کے ملکوں میں جاتے تھے تو ان کے دین کے احترام اور ان کے غلبہ سطوت کے اثر سے گرجوں کے گھنٹے بجنا بند ہو جاتے تھے، غرض اسی طرح کے نہ جانے کتنے بادشاہ اور فرمانروا اس مجمع میں موجود تھے، وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے لیے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے اور حضورؐ کو درود وسلام کا ہدیہ پیش کرنا چاہتے تھے اور اس کو اپنے لیے سب سے بڑا شرف واعزاز اور سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش ان کی یہ نماز اور یہ درود وسلام قبول ہو۔ میں نے دیکھا کہ وہ لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان کے دلوں پر ہیبت طاری تھی۔ یہاں تک کہ وہ ''صفہ'' کے نزدیک پہنچ گئے جو فقراء صحابہ کا مسکن اور جائے قیام تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے وہاں رک گئے اور عزت واحترام اور شرم وحیا کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس جگہ کو دیکھنے لگے۔ جو کبھی ان فقراء ومساکین کا ٹھکانا تھا جن کے قدموں کی خاک کو یہ اپنی آنکھ کا سرمہ بنانے کو تیار ہیں۔ اس کے قریب ہی انہوں نے تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعتیں پڑھیں اور قبر مبارک کی طرف بڑھے اور پھر ان کی محبت وعقیدت، جذبات واحساسات اور علم وایمان نے جو کچھ کہلوایا وہ انہوں نے اس بارگاہِ نبوی میں عرض کیا۔ لیکن شریعت کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے اور توحید خالص کو پیش نظر رکھ کر۔

میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے:

''اے خدا کے رسول! اگر آپ نہ ہوتے اور آپ کا یہ جہاد اور یہ دعوت نہ ہوتی جو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی اور جس نے بڑے بڑے ملکوں کو فتح کر لیا اور اگر آپ کا یہ دین نہ ہوتا جس پر ایمان لانے کے بعد ہمارے آباؤ اجداد گوشہ عزلت اور قعر مذلت سے نکل کر عزت و سربلندی، بلند ہمتی و حوصلہ مندی کی وسیع زندگی میں داخل ہوئے، پھر اس کے نتیجے میں انہوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں اور دور دراز ملکوں کو فتح کیا اور ان قوموں سے خراج وصول کیا جو کسی زمانے میں ان کو اپنی لاٹھی سے ہانکتی تھیں اور بھیڑ بکری کے گلّے کی طرح ان کی پاسبانی اور حفاظت کرتی تھیں، اگر جاہلیت سے اسلام کی طرف اور گوشہ گمنامی اور تنگ و محدود قبائلی زندگی سے تسخیر عالم کی طرف یہ مبارک سفر نہ ہوتا جو آپ کی برکت سے انجام پذیر ہوا تو دنیا میں کسی جگہ بھی ہمارا جھنڈا سربلند نہ ہوتا اور نہ ہماری کہانی کسی جگہ سنائی جاتی، ہم اسی طرح بے آب و گیاہ، خشک و ویران صحراؤں اور حقیر وادیوں میں دست و گریباں رہتے، جو طاقتور ہوتا وہ کمزور پر ظلم کرتا، بڑا چھوٹے پر زیادتی کرتا، ہماری غذا بہت ہی حقیر اور معیارِ زندگی اتنا پست تھا کہ اس سے زیادہ پست کا تصور مشکل ہے، ہم اس گاؤں یا اپنے محدود قبیلے سے آگے بڑھ کر کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے جس میں ہماری ساری زندگی اور ساری جدو جہد محصور تھی، ہماری مثال تالاب کی مچھلیوں اور کنویں کے مینڈکوں کی سی تھی۔ ہم اپنے محدود تجربوں کے جال میں گرفتار تھے اور اپنے جاہل اور بے عقل آباؤ اجداد کے گن گاتے تھے۔

یا رسول اللہ! آپ نے ہم کو اپنے دین کی ایسی روشنی عطا کی کہ ہماری آنکھیں کھل گئیں، خیال میں وسعت پیدا ہوئی، نظر کو جلا ہوئی، اس کے بعد ہم اس وسیع اور جامع دین اور اس روحانی رشتہ اور رابطہ کو لے کر خدا کی وسیع اور کشادہ زمین میں پھیل گئے، ہماری مردہ و خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوئیں اور ہم نے ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے شرک و بت پرستی اور ظلم و جہالت کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا اور ایسی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں

جن کے سائے میں ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے بھائی صدیوں تک آرام اور فائدہ اٹھاتے رہے، آج ہم آپ کی خدمت میں غلامانہ نذرِ عقیدت پیش کرنے آئے ہیں اور اپنے جذبہ محبت اور عزت و احترام کا خراج یا ٹیکس اپنی خوشی و مرضی سے ادا کر رہے ہیں اور اس کو اپنے لیے باعث فخر اور وسیلہ نجات سمجھتے ہیں۔ ہمیں پورا اعتراف ہے کہ اس دین کے احکام وقوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں (جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سرفراز کیا تھا) ہم سے یقیناً بڑی کوتاہی ہوئی، ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں، بے شک وہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے"

میں ان بادشاہوں کی طرف متوجہ تھا، میری نظریں ان کے خاموش اور باادب چہروں پر مرکوز تھیں، میرے کان ان کے ان پر خلوص نیاز مندانہ الفاظ پر لگے ہوئے تھے جو اس سے قبل میں نے ان سے کسی موقع پر نہیں سنے تھے کہ ایک اور جماعت داخل ہوئی اور ان بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی پرواہ کیے بغیر ان کی صفوں سے ہوتی ہوئی سامنے آ گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان بادشاہوں کے رعب و دبدبہ اور قوت و اقتدار کا ان پر کوئی اثر نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا تو یہ شاعر ہیں یا انقلابی، یہ اندازہ غلط نہ تھا، اس لیے کہ یہ جماعت ان دونوں گروہوں پر مشتمل تھی، اس میں سید جمال الدین افغانی، امیر سعید حلیم، مولانا محمد علی جوہر، شیخ حسن البنا کے پہلو بہ پہلو ترکی کے مشہور شاعر محمد عاکف اور ہندوستان کے ڈاکٹر محمد اقبال بھی موجود تھے۔ ترجمانی کے لیے ان لوگوں نے آخر الذکر کا انتخاب کیا اور لائق ترجمان نے ان الفاظ میں اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا:

"خواجہ کونین، سالار بدر و حنین یا رسول اللہ! میں آپ سے اس قوم کی شکایت کرنے آیا ہوں جو آج بھی آپ کے خوانِ نعمت کی ریزہ چیں ہے اور آپ کے سایہ رحمت کے سوا اس کو کہیں پناہ نہیں ملتی اور آپ ہی کے لگائے ہوئے باغ کے پھل کھا رہی ہے۔ وہ ان ملکوں میں جن کو آپ نے قفسِ استبداد سے آزاد کرایا تھا اور سورج کی روشنی اور کھلی ہوا عطا کی تھی وہ آج آزادی کے ساتھ اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت کر رہی ہے۔ لیکن یہی قوم آج اسی بنیاد کو اکھاڑ رہی ہے جس پر اس عظیم امت کے وجود کا دارومدار ہے۔ اس کے رہنما و لیڈر آج یہ

کوششیں کر رہے ہیں کہ اس امتِ واحدہ کو کثیر التعداد قومیتوں میں تقسیم کر دیں، وہ اسی چیز کو زندہ کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے ختم کیا تھا، اسی چیز کو بگاڑ رہے ہیں جس کو آپ نے بنایا تھا، وہ اس امت کو عہدِ جاہلیت کی طرف دوبارہ واپس لے جانا چاہتے ہیں جس سے آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکالا تھا اور اس معاملہ میں یورپ کی تقلید کر رہے ہیں جو خود زبردست ذہنی افلاس اور انتشار و بے یقینی کا شکار ہے۔ وہ اللہ کی نعمت کو ناشکری سے تبدیل کر کے اپنی قوم کو تباہی کے گھر کی طرف لے جانا چاہتے ہیں ''چراغِ مصطفوی'' اور ''شرارِ بولہبی'' کی معرکہ آرائی آج پھر قائم ہے، بدقسمتی سے ابولہب کے کیمپ کی طرف وہ لوگ نظر آ رہے ہیں جو اسلام کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں اور عربی زبان بولتے ہیں۔ وہ آج اپنے جاہلی کارناموں اور اصنام پر فخر کرنے لگے ہیں جن کو آپ نے پاش پاش کر دیا تھا، یہ لوگ ان تاجروں میں ہیں جو سودا خریدتے وقت زیادہ لینا چاہتے ہیں اور بیچتے وقت کم دیتے ہیں۔ آپ سے انہوں نے ہر چیز حاصل کی اور ہر طرح کی قوت و عزت سے بہرہ مند ہوئے۔ اب وہ ان قوموں کے ساتھ جن کے وہ حاکم اور نگراں ہیں یہ سلوک کر رہے ہیں کہ ان کو بالجبر یورپ کے قدموں میں ڈال دینا چاہتے ہیں اور اس کو جاہلی فلسفوں، نیشنلزم، سوشلزم، کمیونزم کے حوالے کر رہے ہیں۔

آپ نے جن بتوں سے کعبہ پاک کیا تھا وہ آج مسلمان قوموں کے سروں پر نئے نئے ناموں اور نئے نئے لباسوں میں پھر مسلط کیے جا رہے ہیں۔ مجھے عالم عربی کے بعض حصوں میں جن کو آپ کا مرکز اور قلعہ ہونا چاہیے تھا ایک عام بغاوت نظر آ رہی ہے لیکن کوئی فاروق (رضی اللہ عنہ) نہیں، فکری و ذہنی ارتداد کی آگ تیزی سے پھیل رہی ہے اور کوئی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نہیں جو اس کے لیے مردانہ وار میدان میں آئے اور اس آگ کو بجھائے۔

میری طرف سے اور میرے تمام ساتھیوں کی طرف سے جن کی نمائندگی اور ترجمانی کا فخر مجھے حاصل ہوا دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے اور عقیدت و احترام کے جذبات میں ڈوبے ہوئے سلام کا تحفہ قبول ہو، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں

کہ ہم ان تمام لیڈروں اور رہنماؤں سے بری اور بیزار ہیں جنہوں نے اپنا رخ اسلام کے قبلہ کی طرف سے پھیر کر مغرب کی طرف کر لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں آپ سے اور آپ کے دین سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا ہے ہم آپ کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا پھر اعلان کرتے ہیں اور جب تک زندگی ہے اسلام کی رسی کو ان شاء اللہ مضبوطی سے پکڑے رہیں گے"۔

یہ بلیغ اور یقین وایمان سے لبریز الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ مسجد نبویؐ کے میناروں سے اذان کی دلنواز صدا بلند ہوئی اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، میں یکبارگی ہوشیار ہو گیا اور تخیلات کا حسین سلسلہ جو تاریخ کے سہارے قائم ہو گیا تھا ٹوٹ گیا، میں اب پھر اس دنیا میں واپس آ گیا تھا جہاں سے چلا تھا، کچھ لوگ نماز میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت کر رہے تھے۔ عالم اسلام کے مختلف وفود اور جماعتیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کر رہی تھیں زبانوں اور لہجوں کے اختلاف کے ساتھ جذبات وتاثرات کے اتحاد نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا تھا۔

(ماخوذ از "کاروانِ مدینہ")

☆☆☆☆☆☆

موت العالِم موت العالَم

الاضواء کا موجودہ شمارہ زیرِ ترتیب تھا کہ عالمِ اسلام کا ایک اور نامور محقق اور عاشقِ رسول ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس) بھی اپنے رب سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کو درجاتِ عالیہ پر سرفراز فرمائے۔

پروفیسر خورشید احمد نے بجا فرمایا کہ

''برعظیم پاک و ہند کے علمی اور دینی افق کو درخشاں کرنے والے تمام ستارے ایک ایک کر کے ڈوب گئے ہیں۔ علامہ اقبالؒ گئے، مولانا اشرف علی تھانویؒ گئے، مولانا ابوالکلام آزادؒ گئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ گئے، سید سلمان ندویؒ گئے، مفتی محمد شفیعؒ گئے، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ گئے، ڈاکٹر فضل الرحمان گئے، مولانا امین احسن اصلاحی گئے، مولانا سید ابوالحسن ندویؒ گئے ___ اور اب مشرق سے ابھرنے والے اس سنہری سلسلے کا آخری تارہ ڈاکٹر حمید اللہ مغرب کی آغوش میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

رب کریم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی علم سے وہ سچی محبت اور لگن عطا فرمائے جو مرحوم کو تھی۔

(پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت)